سوال

ور اس کی 390م

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ید سے کیا مراد ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

م السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اکیلا اور منفرد بنا دینا۔ اور ایمانیات میں اللہ تعالیٰ کو ان تمام امور میں جو اس سے خاص ہیں، ایک اکیلا جاننا توحید کہلاتا ہے۔ اور یہ بات نفی اور اثبات کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ یعنی ذات واحد کے علاوہ سے حکم کی نفی کرنا اور پھر اسی ایک ذات کے لیے ثابت کرنا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ کسی شخص کی توحید اس و

ں: (1)۔۔ توحید ربوبیت۔ (2)۔۔ توحید الوہیت (3)۔۔ توحید الاسماء والصفات

اور یہ قول آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں غور و فکر اور تدبر سے حاصل ہوا ہے۔

:۔۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے، اس کا مالک ہونے اور اس کا انتظام چلانے میں اکیلا اور منفرد جانا جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو پیدا کرنے میں اکیلا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی خالق نہیں، اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

ل من خلِقٍ غَيرُ اللَّهِ يَرزُقُكُم مِنَ السَّماءِ وَالأَرضِ لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ...٣... سورة الفاطر

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان سے رزق دے سکے؟ اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔''

ر کے دیگر الٰہوں کی تردید میں فرمایا:

أَفَمَن يَخلُقُ كَمَن لا يَخلُقُ أَفَلا تَذَكَّرونَ ١٧. سورة النحل

و پیدا کرتا ہے ان کی طرح ہو سکتا ہے جو پیدا نہیں کر سکتے، کیا سمجھتے نہیں ہو؟''

د تعالیٰ اکیلا ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق ان تمام مخلوقات کو شامل ہے اور ان امور کو بھی شامل ہے جو ان مخلوقات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے خالق واحد ہونے پر ایمان تبھی کامل ہوتا ہے جب انسان یہ ایمان رکھے کہ ان مخلوقات کے

وَاللَّهُ خَلَقَكُم وَما تَعمَلونَ ٩٦... سورة الصف

وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم کرتے ہو۔''

اس کی وضاحت یوں سمجھئے کہ بندے کا فعل بندے کی صفت ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور چیز کا پیدا کرنے والا اس چیز کی صفات کا بھی خالق ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ بندے کا فعل بندے کے اپنے ارادے اور اپنی صلاحیت سے ہوتا ہے اور بندے کا ارادہ اور اس کی سب صلاحیات اللہ تعالیٰ کی مخا

ں: اگر یہ کہا جائے کہ خلق کی صفت اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذکر کی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ کا خالق مطلق اور خالق واحد ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَتَبارَكَ اللَّهُ أَحسَنُ الخٰلِقينَ ١٤... سورة المؤمنون

ت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے۔''

ح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں بھی دوسروں کے لیے صفت خلق بیان کی گئی ہے، مثلا: تصویریں بنانے والوں کو عذاب کے سلسلے میں کہا جائے گا: أحيوا ما خلقتم (صحيح البخاري، كتاب صحيح مخلم،باب...) (2108-3224) واس کو جو تم نے پیدا کیا) (بنایا)۔

ی کسی چیز کو اس طرح سے نہیں بنا سکتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ بناتا اور پیدا کرتا ہے۔ کسی غیر اللہ کے لیے ممکن نہیں کہ کسی معدوم کو وجود میں لا سکے یا کسی مردے کو زندہ کر سکے۔ غیر اللہ کی خلق صرف اسی قدر ہے کہ وہ اس کی شکل کو بدل دے، یا ایک حالت سے دوسری حالت میں لے آئے۔ اور یہ بھی اللہ

۔۔ اللہ عزوجل کا ملک وملکیت میں اکیلا اور منفرد ہونا، تو وہ اکیلا ہی مالک ہے جیسے کہ فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذى بِيَدِهِ المُلكُ وَهُوَ عَلىٰ كُلِّ شَيءٍ قَديرٌ ١... سورة الملك

ں وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک اور وہ ہر ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

فرمایا:

ں مَن بِيَدِهِ مَلَكوتُ كُلِّ شَيءٍ وَهُوَ يُجيرُ وَلا يُجارُ عَلَيهِ... ٨٨... سورة المؤمنون

چھیے کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر ہر چیز کا اختیار ہے، جو پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔''

اکیلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حقیقی مالک نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کی طرف جو ملک وملکیت کی نسبت کی جاتی ہے وہ محض اضافی (مجازی اور لفظی) ہے۔ جیسے کہ خود اللہ عزوجل نے یہ نسبت دی ہے :

مَلَكْتُم مَّفَاتِحَهُ...٦١...سورۃ النور

ھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو (بلا اجازت کھا سکتے ہو)۔"

رمایا :

أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ...٦...سورۃ المؤمنون

توں کی حفاظت کرتے ہیں)۔ سوائے اپنی بیویوں سے یا ملکیت کی لونڈیوں سے۔"

شمار آیات میں مخلوق کے لیے ملکیت اوران کے مالک ہونے کا بیان آیا ہے۔ مگر مخلوق کی ملکیت اور مالکیت اس انداز کی قطعاً نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ مخلوق کی ملکیت ناقص اور محدود ہے۔ چنانچہ وہ گھر جو زید کی ملکیت میں ہے عمرو اس کا مالک نہیں ہے، اور جو گھر عمرو کا ہے زید اس کا مالک نہیں۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَٰلَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَٰمًا...٥...سورۃ النساء

پنے مال بے عقلوں کو مت دے دیا کرو جسے کہ اللہ نے تمہاری گزران قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔"

ی ملکیت ناقص اور محدود ہے، بخلاف اللہ عزوجل کی ملکیت کے، کہ اس کی ملکیت کامل، شامل اور عام ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو کرے اس سے اس کے متعلق پوچھا نہیں جاسکتا جبکہ مخلوق سے پوچھا جاتا ہے۔

سوم :۔ تدبیر وانتظام کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ اکیلا اور منفرد ہے۔ وہی اس زمین وآسمان کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَٰلَمِينَ ٥٤...سورۃ الاعراف

ار! اسی کی ہے خلقت اور اسی کا ہے حکم، برکت والی ہے ذات اللہ کی جو پالنے والا ہے تمام جہان والوں کا۔"

اور اس کی تدبیر ہر اعتبار سے کامل اور مکمل ہے کہ اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اور نہ کوئی اس کی مخالفت کرسکتا ہے۔ مخلوقات کو جو کسی قدر کچھ انتظام وتدبیر حاصل ہے جیسے کہ انسان اپنے اموال اور خدام وغیرہ میں کرتا ہے تو یہ انتظام وتدبیر انتہائی ناقص، محدود اور کچھ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ ان

الوہیت :۔ یہ ہے کہ "ایک اکیلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عبادت کا مستحق سمجھا جائے" یعنی انسان اس کے ساتھ کسی اور کی کوئی عبادت نہ کرے اور نہ اس کا تقرب چاہے جیسے کہ اللہ عزوجل کی عبادت کی جاتی ہے یا اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

میں مشرکین گمراہ تھے، اوران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا تھا اور ان کے خون، مال اور علاقے حلال جانے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ انبیاء علیہم السلام کو یہی دعوت دے کر بھیجا گیا اور کتابیں نازل کی گئیں، اگرچہ توحید ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات بھی اس کے ساتھ ہیں مگر انبیاء کا ا

یمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی اس تمام کائنات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے، اور وہی ان اسماء وصفات کا مستحق ہے جو اس کی شان کو لائق ہیں مگر وہ کسی اور کی عبادت بھی کرتا ہو تو اس کا یہ اقرار ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات اسے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

لوئی شخص اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات کا کامل اقرار کرتا ہو مگر ساتھ ہی کسی قبر پر جاکر صاحب قبر کی عبادت بھی کرتا ہو یا اس کے لیے قربت کی کوئی نذر بھی جانتا ہو تو ایسا شخص مشرک ہے، کافر ہے اور ابدی جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ٧٢...سورۃ المائدۃ

ں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس کے لیے جنت کو حرام قرار دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں (مشرکوں) کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔"

، نے قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ مشرک جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں کیں، ان کے خون اور مال حلال جانے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور ان کی زمینوں پر قبضے کیے یہ سب لوگ اس بات کے اقراری تھے کہ ایک اللہ ہی رب ہے، خالق ہے، انہیں اس میں کوئی شک

ید الاسماء والصفات :۔ یعنی وہ مبارک اسماء اور صفات عالیہ جو اللہ عزوجل نے اپنے متعلق قرآن کریم میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے احادیث میں بیان ہوئی ہیں، وہ اللہ عزوجل کا خاصہ ہیں اور وہ ان میں اکیلا اور منفرد ہے۔ ان اسماء وصفات کا اثبات اس طرح سے ہے کہ بغیر کوئی کیفیت بیا

، ہے کہ بندہ ان تمام اسمائے مبارکہ پر ایمان رکھے جن سے اس اللہ نے اپنے آپ کو موسوم اور موصوف ٹھہرایا ہے، اور یہ اسماء وصفات سب حقیقت ہیں ان میں کوئی استعارہ ومجاز نہیں، لیکن ہم ان کی کوئی کیفیت یا مثال بیان نہیں کرسکتے۔

توحید کی یہ قسم ایسی ہے کہ اس میں بہت سے مسلمان باوجودیکہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں مختلف انداز میں گمراہ ہوئے ہیں۔

وصفات کی نفی کی اور اللہ کی تنزیہ میں اس قدر غلو کیا ہے کہ اسلام ہی سے نکل گئے ہیں، بعض متوسط رہتے ہیں اور بعض اہل سنۃ کے قریب ہیں۔ اس بارے میں صحابہ کرام اور سلف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان تمام اسماء اور صفات سے موسوم وموصوف گردانا جائے جو اس نے اپنے متعلق بیا

مثلاً اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو "الحی القیوم" (یعنی زندہ، قائم اور قائم رکھنے والا)، تو ہم پر واجب ہے کہ ہم ایمان رکھیں کہ "الحی" اسی کا ایک نام ہے اور واجب ہے کہ اس نام کے معنیٰ میں جو زندگی کا مفہوم ہے اس پر بھی ایمان رکھیں۔ اس طرح کہ اس کی زندگی انتہائی کامل اور اکمل ہے اس پر بھی کوئی عدم نہیں آیا

اس نے اپنا ایک نام "السمیع" بتایا ہے (یعنی سننے والا)۔ ہم پر واجب ہے کہ ہمارا ایمان ہو کہ "السمیع" اس کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے اور سننا اس کی صفت عالیہ ہے، جو اس نام سے ماخوذ اور مفہوم ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ وہ سمیع تو ہے مگر سنتا نہیں، یا نعوذباللہ سنتا ہے مگر سمجھتا نہیں تو یہ بات محال۔

ایک اور مثال :۔ قرآن مجید میں ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ...٦٤...سورۃ المائدۃ

ھ بندھا ہوا ہے، بندھ جائیں ان کے ہاتھ، اور ان پر لعنت ہے بسبب اس کے جو انہوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔"

اں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے دو ہاتھ ہونے کا ذکر فرمایا اور یہ کہ وہ دونوں عطا وانعام کے ساتھ کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسا کوئی تصور نہ لائیں یا اپنی زبانوں سے ان کی کوئی کیفیت یا مثال بیان نہ کریں کہ اس کے ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں جیسے ہیں، کیونکہ اس نے اپنے متعلق خود فرما

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ١١. سورۃ الشوریٰ

ی کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

فرمایا :

قل إِنَّما حَرَّمَ رَبِّىَ الفَوٰحِشَ ما ظَهَرَ مِنها وَما بَطَنَ وَالإِثمَ وَالبَغىَ بِغَيرِ الحَقِّ وَأَن تُشرِكوا بِاللَّهِ ما لَم يُنَزِّل بِهِ سُلطٰنًا وَأَن تَقولوا عَلَى اللَّهِ ما لا تَعلَمونَ ٣٣... سورة الاعراف

ب نے بے حیائی کی باتیں حرام کی ہیں جو کھلی ہوں یا پوشیدہ اور (حرام کیا ہے) گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک بناؤ اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری، اور یہ کہ لگاؤ اس کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ہیں۔''

بر فرمایا:

وَلا تَقفُ ما لَيسَ لَكَ بِهِ عِلمٌ إِنَّ السَّمعَ وَالبَصَرَ وَالفُؤادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كانَ عَنهُ مَسـٔولًا ٣٦... سورة الإسراء

بات کے پیچھے مت لگو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بلاشبہ کان، آنکھیں اور دل سب سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

تو اگر کوئی شخص اللہ عزوجل کے ان ہاتھوں کو مخلوق کے ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ اور مثال دے تو اس نے اللہ کے اس فرمان لَيسَ كَمِثلِهِ شَىءٌ کی تکذیب کی اور اللہ کے فرمان فَلا تَضرِبوا لِلَّهِ الأَمثالَ (النحل: 16/74) کی مثالیں نہ بیان کرو کے خلاف کیا اور اگر کوئی ان کی کیفیت بیان کرے خواہ کوئی سی ہو تو اس نے

اور مثال: -۔ اللہ عزوجل کا اپنے عرش پر مستوی ہونا۔ یہ وہ صفت ہے جس کا قرآن مجید میں سات مقامات پر ذکر آیا ہے اور اس میں "اسْتَوىٰ" اور "عَلَى العَرشِ" کے واضح الفاظ بیان ہوئے ہیں اور جب ہم عربی زبان میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ "استویٰ" کا لفظ "علیٰ" کے ساتھ استعمال ہو تو اس

وَالَّذى خَلَقَ الأَزوٰجَ كُلَّها وَجَعَلَ لَكُم مِنَ الفُلكِ وَالأَنعٰمِ ما تَركَبونَ ١٢ لِتَستَوۥا عَلىٰ ظُهورِهِ ثُمَّ تَذكُروا نِعمَةَ رَبِّكُم إِذَا استَوَيتُم عَلَيهِ وَتَقولوا سُبحٰنَ الَّذى سَخَّرَ لَنا هٰذا وَما كُنّا لَهُ مُقرِنينَ ١٣ وَإِنّا إِلىٰ رَبِّنا لَمُنقَلِبونَ ١٤... سورة الزخرف

ہارے لیے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر بیٹھو اور پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو قابو کر سکتے اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر

یات میں بھی انسانوں کے لیے استواء کا لفظ استعمال ہوا ہے) تو مخلوقات کا استواء ناممکن ہے کہ اللہ عزوجل کے استواء علی العرش کی مانند ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل کی طرح کوئی چیز نہیں ہے لَيسَ كَمِثلِهِ شَىءٌ

ی غلطی ہے ان لوگوں کی جو اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ "اللہ اپنے عرش پر مسلط اور غالب ہوا۔" یہ بات اللہ کے کلمات کو اپنے مقام سے پھیرنے کی بات ہوگی جسے تحریف کہتے ہیں۔ یہ مفہوم صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین بالاحسان کے اجماع کے سراسر خلاف ہے اور بہت غلط معانی کو م

إِنّا جَعَلنٰهُ قُرءٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُم تَعقِلونَ ٣... سورة الزخرف

نے اس کو عربی کا قرآن کیا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو۔''

معنیٰ عربی زبان میں بلند ہونا اور قرار پکڑنا ہیں۔ تو جب اللہ عزوجل کے لیے یہ صفت آئی ہے تو اس کے معنیٰ یہی ہیں کہ "وہ عرش پر بلند ہوا، اس خاص انداز میں بلند ہونا جو اس کی عظمت و جلال کو لائق ہے۔" اگر کوئی "استویٰ" کے معنیٰ "استولیٰ" (غالب ہونا) کرتا ہے تو اس نے ان کلمات میں تحریف کی او

ں سلف صالحین (صحابہ کرام) اور ان کے تابعین عظام کا بھی انہی معانی پر اجماع ہے۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی کوئی لفظ اس تفسیر کے خلاف نہیں آیا ہے۔ جب قرآن و حدیث کے الفاظ کی تفسیر میں سلف سے کوئی لفظ ظاہر کے خلاف نہ آئے تو یہ دلیل ہوتا ہے کہ انہوں نے اسے اس کے ظاہر ہی پر

اء کے معنیٰ غلبہ اور تسلط لیے جائیں تو اس کے لازمی غلط نتائج:

1:

نَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضَ فى سِتَّةِ أَيّامٍ ثُمَّ استَوىٰ عَلَى العَرشِ... ٥٤... سورة الاعراف

ہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا۔''

اگر اس کا ترجمہ غالب ہونا کیا جائے تو یہ مفہوم نکلے گا کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے یا جب انہیں پیدا کیا گیا اللہ تعالیٰ عرش پر غالب اور مسلط نہ تھا۔

2۔ اگر استویٰ کا معنیٰ استولیٰ علی العرش ہوں تو یہ کہنا بھی صحیح کہنا پڑے گا کہ 'استولی علی الارض' یا 'استولی علی ای شئ' یعنی اللہ زمین پر یا کسی اور شے پر غالب اور مسلط ہوا۔ یقینا یہ بات اللہ عزوجل کے بارے میں سوچنا یا کہنا برابر غلط ہے۔

3۔ اس معنیٰ سے تحریف لازم آتی ہے کہ ان کے صحیح اور حقیقی شرعی معنیٰ کی بجائے دوسرے غلط معنیٰ نکالے گئے۔

4۔ اور یہ معنیٰ سلف صالحین کے اجماع کے خلاف ہے۔

ہے کہ توحید الاسماء والصفات میں ہم پر واجب ہے کہ ہم اس پر اس بات کا اثبات کریں جس کا اللہ عزوجل نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں اثبات کیا ہے اور اس سے اس کے حقیقی معانی مراد لیں (جیسے کہ اللہ عزوجل کی والاشان کے لائق ہیں) ان میں کوئی تحریف، کوئی تعطیل نہ کریں

لو[1] کی طرف نسبت محض لفظی اور مجازی ہے۔ جیسے کہ صاحب تفسیر احسن البیان علامہ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ تبارک اللہ احسن الخالقین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "یہاں خالقین ان صانعین کے معنی میں ہے جو خاص خاص مقداروں میں اشیاء کو جوڑ کر کوئی چیز تیار کر لیتے ہیں، یعنی ان صنعت گرو

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

احکام و مسائل، خواتین کا انسائیکلوپیڈیا

صفحہ نمبر 68

محدث فتویٰ